International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 01, Jan-Jun 2024
pp:542 - 559

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

اختلاف قرآت قرآنیہ اور مستشرقین کے اعتراضات: ایک تحقیقی مطالعہ

Differences in Quranic Recitations and Orientalist Objections: A Research Study

Ubaid ul Rahman
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore. & Lecturer: Punjab College &List University, Lahore.
Email: uhafizg@gmail.com
Dr. Aminullah
Assistant professor / HOD Department Islamic Studies, Shaheed Benazir Bhutto University Sheringal Dir Upper
Email: amin@sbbu.edu.pk
Ali Raza Shah
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore.
Email: arazashah015@gmail.com

Abstract

The claim by certain Orientalists suggests that the Quran underwent developmental stages in its formative years during the first two centuries, implying that due to incompleteness during the era of Prophet Muhammad (peace be upon him) and the era of the Companions (may Allah be pleased with them), it was susceptible to alterations and discrepancies. Their stance is supported by several arguments:

1. Challenges in Islamic Sources: They argue that sources from Islamic history do not consistently meet modern research standards, thus rendering their verification difficult.

2. Archaeological Findings in Arabia: Discoveries during archaeological excavations in peripheral regions of the Arabian Peninsula indicate ancient inscriptions and writings that clarify the Quran did not exist in its current form in the first century Hijri.

3. Ancient Quranic Manuscripts: Ancient Quranic manuscripts unearthed near Sana'a, Yemen, indicate a long evolution of the Quranic text with variations and alterations over time.

CC BY

4. Textual Criticism: Through textual criticism and analysis of Quranic manuscripts, discrepancies and errors in the writing and compilation of the Quran have been identified.

These assertions have made the study of Quranic recitations (Qira'at) a focal point for Orientalist research, as it directly relates to the Quranic text. Should doubts and uncertainties arise in this area, it could potentially undermine the confidence of Muslims in the authenticity of the Quran itself. These abstract addresses these issues in light of the article **"Differences in Quranic Recitations)Qira'at) and Orientalist Objections: A Research Study,"** providing a comprehensive response to the objections raised by Orientalists regarding the various recitations of the Quran.

Keywords: recitations of the Quran, Orientalist, Quranic text, objections.

تعارف موضوع

مستشرقین کے ایک گروہ کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن پہلی دو صدیوں کے دوران اپنی تکمیلی شکل وصورت کے مراحل سے گذرتا رہا، جس کا مطلب یہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ وعہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں قرآن مکمل نہ ہونے کی وجہ سے گویا تحریفات اور کمی بیشی کا شکار ہوتا رہا۔ ان مستشرقین کا موقف حسبِ ذیل خیالات سے عبارت ہے:

- اسلامی تاریخ کے مصادر، عصری تحقیقی معیارات پر پورا نہیں اترتے لہٰذا ان کی تصدیق ممکن نہیں ہے۔
- جزیرہ عرب کے مضافاتی علاقوں میں کھدائی کے دوران جو آثار اور قدیم تحریری نقوش دریافت ہوئے ہیں وہ یہ بات واضح کرتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری میں قرآن موجودہ شکل میں نہیں تھا۔
- قدیم قرآنی مخطوطات جو یمن کے شہر صنعاء سے ماضی قریب میں منصہ شہود پر آئے ہیں وہ ایک لمبا عرصہ قرآنی متن میں اِرتقاء اور تغیرات کا اِشارہ دیتے ہیں۔
- قرآنی متن کے تنقیدی مطالعے سے کتابت اور تحریر قرآن میں غلطیوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔

قراءاتِ قرآنیہ کو موضوعِ بحث بنانے کے استشراقی مقاصد قراءاتِ قرآنیہ بھی ان اہم موضوعات میں سے ایک ہے جس کو مستشرقین نے اپنے خصوصی مطالعہ و تحقیق کے لیے نقطۂ ارتکاز بنایا ہے، کیونکہ یہ موضوع براہِ راست متن قرآنی سے تعلق رکھتا ہے، اگر اس میں شکوک و شبہات پیدا کر دیے جائیں تو خود مسلمانوں کے دلوں میں قرآن کی صحت پر اعتبار متزلزل ہو جائے گا، چنانچہ مستشرقین نے قرآن کو ہدفِ تنقید بنانے کیلئے قراءات قرآنیہ کو دووجوہ کی بنیاد پر موضوع بحث بنایا۔

• امرِ اوّل

قراءات کا قرآن سے بڑا مضبوط تعلق ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو حضرت محمد ﷺ کی طرف وحی کیا گیا۔ جب کہ قراءات، وحیٔ قرآنی کے الفاظ میں تغایر کا نام ہے، مثلاً قرآن میں ارشاد ہے: ''اِنْ جَاۤءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا'' یہ ایک قراءت ہے اور اس کی دوسری قراءت ''ان جاء کم فاسق بنباء فتثبتوا'' ہے دونوں میں تغایر کے باوجود دونوں قراءتیں قرآن ہیں۔ مستشرقین ذکر کردہ حقیقت کو ایک منفی طرزِ فکر کے جلو میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی رو سے ان کے مطابق قرآنی متن میں عہد بہ عہد تبدیلی واقع ہوتی رہی نیز یہ کہ قرآن مختلف شکلیں (Versions) بدلتا رہا ہے۔ ان بے سروپا آراء وافکار کے ذریعے استشراقی حلقے مسلم اُمت کا کتاب اللہ سے رشتہ کمزور کرنے کا ہدف حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

• اَمرِ ثانی

قراءات کا موضوع ایک خاص موضوع ہے، دینیاتی علوم کے جاننے والے بھی بہت کم اس سے واقف ہیں، اس موضوع کے بارے میں دیارِ اسلامیہ میں عمومی طور پر کم شناسائی پائی جاتی ہے، مسلمانوں میں اس فن کی تخصیص اور اس میں بحث و تحقیق کا رجحان نسبتاً کم رہا ہے، اس صورتحال میں مستشرقین نے اس فن میں مطالعہ و تحقیق اور غور وخوض کو اپنے لئے آسان سمجھا اور سائنٹفک طرزِ تحقیق کے نام پر قرآن کریم میں تصحیف و تحریف کا دروازہ کھولا۔

مستشرقین مختلف مصاحف قدیمہ میں وارد تفسیری روایات، شاذہ قراءات اور ذاتی و نجی مصاحف کی بناء پر ان میں موجود رسم عثمانی کے برعکس رسم قیاسی و اِملائی کو بھی قرآن میں تحریف کا ایک اہم ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ مصاحف قدیمہ میں رسم اور قراءات کی تبدیلیوں کو اکثر مستشرقین قرآنی نص میں ارتقاءات کا نام دیتے ہیں، بیسویں صدی عیسوی میں جن مستشرقین نے خصوصیت سے متن قرآنی میں ارتقاء ات کا نظریہ قائم کیا ہے ان میں گولڈزیہر (Goldziher)، الفونسمنگانا (Alphonse Mingana)، آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) اور ڈاکٹر جی۔ آر پیوئن (Dr.G.R.Puin) قابلِ ذکر ہیں، زیر نظر تحقیقی اسائنمنٹ میں قرأت قرآن پر اعتراضات اور ان کے جوابات اور قرآنی نص کے بارے میں مستشرقین کے افکار و آراء کا تنقیدی جائزہ پیش کریں گے۔

اجناس گولڈزیہر اور نظریہ ارتقاءات قرآنیہ

اجناس گولڈزیہر (م ۱۹۲۱ء) مستشرقین کے اس طبقہ سے تعلق رکھتا ہے جس نے اسلامی شریعت اور اس کے بنیادی مصادر کو اپنی تنقید کا خصوصی مرکز بنایا ہے۔ بوڈاپسٹ (Budapest)، برلین (Berlin)، لیزگ (Leipzig) اور لائیڈن (Leiden) کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرتا رہا بعد ازاں شوقِ علم اس کو شام کے مشہور عالم شیخ طاہر الجزائری کی پاس لے گیا اور ان کی صحبت میں کافی عرصہ گذارا، اس کے بعد فلسطین اور پھر مصر منتقل ہوا جہاں جامعہ ازہر کے علماء سے استفادہ کیا۔[1]

واضح رہے کہ جامعہ ازہر قاہرہ میں کسی غیر مسلم کا داخلہ قانوناً ممنوع تھا لیکن گولڈ زیہر نے خصوصی اجازت حاصل کر کے اس میں داخلہ لے لیا اور بحیثیت طالب علم وہاں پڑھنا شروع کیا۔[2] گولڈ زیہر نے جرمن، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں کتب تصنیف کیں جن کا تعلق اسلامی فرقوں کی تاریخ، فقہ، عربی ادب اور علوم قرآنیہ سے تھا۔[3] اس نے اپنی زندگی کے کئی سال اِسلامی موضوعات کی تحقیق و تفتیش میں گذارے اور متعدد موضوعات پر قلم اٹھایا اور مختصر عرصہ میں اس کی تالیفات وتعلیقات اور ابحاث ومقالات کی اچھی خاصی فہرست منظرِ عام پر آگئی۔[4] 'مذاہب التفسیر الاسلامی' کتاب اس کے ترکہ میں بہت زیادہ اہمیت اور شہرت کی حامل ہے اور بلاشک وشبہ یہ کتاب مستشرقین کے لیے علمی سرمایہ ہے، اس کتاب میں اسلام کے مبادیات اور قرآنی علوم پر جس طرز اور اُسلوب سے بحث کی گئی ہے وہ مستشرقین کے نزدیک نہایت بلند مرتبہ کام ہے۔[5]

قرآن مجید کی قراءات، تفسیر اور تفسیر کے مختلف مناہج واَسالیب کے حوالہ سے گولڈ زیہر کی مشہور کتاب کا عربی ترجمہ ''مذاہب التفسیر الاسلامی'' کے نام سے قاہرہ یونیورسٹی کے استاذ ڈاکٹر عبد الحلیم النجار نے کیا ہے یہ ترجمہ پہلی مرتبہ ۱۹۵۵ء میں مصر سے شائع ہو کر اربابِ علم وادب میں بہت مقبول ہوا۔ اگرچہ اسلامی موضوعات میں تحقیق کے دوران قراءاتِ قرآنیہ براہِ راست اور مستقل طور پر گولڈ زیہر کا موضوع نہیں رہا تاہم 'مذاہب التفسیر الاسلامی' میں خاص طور پر پہلے باب کے آغاز میں ۷۰ صفحات، قرآنی متن میں اضطراب اور نقص ثابت کرنے کے لیے حدیث سبعہ اَحرف کی اِستنادی حیثیت اور قراءات کی حجیت وقطعیت پر بہت سے اعتراضات وشبہات پر مشتمل ہیں۔

اگرچہ گولڈ زیہر کے نص قرآنی اور قراءات کے حوالہ سے پیش کردہ اعتراضات کے اجمالی سطح پر رد کے لیے متعدد عربی مقالات وتالیفات سامنے آئی ہیں، مثلاً ڈاکٹر عبد الحلیم النجار نے **'مذاہب التفسیر الاسلامی'** کے حواشی میں گولڈ زیہر کے نظریات کا خوب رد کیا ہے۔[6] ڈاکٹر عبد الوہاب حمودہ نے اپنی کتاب **'القراء ات واللهجات'** میں دسویں فصل اسی کے لیے مخصوص کی ہے۔[7] شیخ عبد الفتاح القاضی نے اس حوالہ سے انتہائی علمی کتاب **'القراء ات فی نظر المستشرقین والملحدین'** لکھی[8] ڈاکٹر عبد الفتاح اسماعیل شلبی نے **''رسم المصحف العثمانی وأوهام المستشرقین فی قراء ات القرآن الکریم، دوافعها ودفعها''** اسی مقصد کے لیے تالیف کی۔[9] ڈاکٹر ابراہیم عبد الرحمن خلیفہ نے **'دراسات فی مناہج المفسرین'** میں ایک طویل فصل گولڈ زیہر کے رد کے لئے مخصوص کی۔[10] عبد الرحمن السید نے ایک مقالہ بعنوان **'جولد تسهیر والقراء ات'** تحریر کیا۔[11] اس کے علاوہ طاہر عبد القادر الکردی نے **'تاریخ القران وغرائب رسمه وحکمه'** میں بھی مختصراً اس پر کلام کیا ہے۔[12]

اختلافِ قراءات... نصِ قرآنی میں سبب اضطراب

گولڈ زیہر نے قرآنی نص کو محلِ اضطراب اور غیر ثابت متن قرار دینے کے لیے قراءات کو اپنا ہتھیار بنایا ہے اور یہ دعویٰ کیا

ہے کہ تمام تشریعی کتب میں سے قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کو سب سے زیادہ اِضطراب اور عدمِ ثبات کا سامنا کرنا پڑا، اس نے دیگر کتب سماویہ سے قرآن کا تقابل کرتے ہوئے نصِ قرآنی کی بابت زیادہ شبہات پیش آنے کا نظریہ قائم کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

"لایوجد کتاب تشریعی اعترفت به طائفة دینیة اعترافاً عقدیا علی أنه نص منزل أو موحی به یقدم نصه فی أقدم عصور تداوله مثل ہذه الصورة من الاضطراب وعدم الثبات کما نجد فی نص القرآن"[13]"یعنی کسی بھی مذہب کے عقیدہ کی آسمانی یا الہامی کتاب جس کی نص کو موجودہ دور میں سب سے زیادہ اضطراب اور عدمِ ثبات کا مسئلہ درپیش ہے وہ قرآنی نص ہے۔"

ہم اس شبہ کا جواب دینے سے قبل یہ وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ اس طرح کے اشکالات ملحدین بہت پہلے سے کرتے چلے آرہے ہیں اور اہلِ علم ان کا بڑی شد و مد سے جواب بھی دے چکے ہیں۔ نصِ قرآنی کی عدمِ توثیق کے حوالہ سے بنیادی طور پر ابن قتیبہ (م۲۷۶ھ) نے متفرق بنیادی شبہات کا اصولی رد کر دیا ہے اور اس اعتراض پر تفصیلی کلام کیا ہے[14]

مستشرق موصوف کا یہ دعویٰ دو لحاظ سے بڑا تعجب خیز ہے:

گولڈ زیہر نے سابقہ شریعتوں کی کتب کو ان کی اصلی نصوص میں نہیں دیکھا تو کیسے حکم لگا سکتا ہے کہ ان میں قرآن کی طرح متعدد قراءات و وجوہ نہیں تھیں۔ جبکہ اسی باب میں گولڈ زیہر تلمود، تورات کے ایک ہی وقت میں کثیر زبانوں میں نازل ہونے کا قول اختیار کرتا ہے۔[15]

غرض گولڈ زیہر کا یہ اعتراض تاریخی اور عقلی ہر دو اعتبار سے باطل ہے جس پر دلائل پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ نصِ قرآنی کو کسی قسم کا کوئی اضطراب یا عدمِ ثبات پیش نہیں آیا، کیونکہ اِضطراب اور عدمِ ثبات کا مطلب یہ ہے کہ کسی نص کو مختلف وجوہ اور متعدد صورتوں پر اس طور پڑھا جائے کہ ان صورتوں کے مابین معنی اور مراد ایک دوسرے کے منافی اور معارض ہوں یا ان کا ہدف و مقصود بالکل مختلف چیزیں ہوں اور وہ مفہوم ایسا ہو کہ روایات سے اس کا ثبوت بھی نہ ہو، لیکن اگر نص میں وارد ہونے والی مختلف صورتیں متواتر روایات پر مبنی ہوں اور معنی میں بھی تضاد واقع نہ ہو تو اس کو اضطراب یا عدمِ ثبات نہیں کہا جاتا۔ جبکہ قرآن میں موجود وجوہ اور صورتیں ہر قسم کے تناقض سے پاک ہیں اور نہ ہی ان کے معانی میں تعارض و تضاد ہے بلکہ وہ تمام صورتیں ایک دوسرے کو ظاہر اور ثابت کرتی ہیں۔[16]

قرآن کی معتمد قراءات، بسا اوقات، ایک ہی نص میں مختلف ہوتی ہیں، لیکن ان سب کی نسبت چونکہ مصدرِ اصلی (رسول اللہ ﷺ) کی طرف ہوتی ہے لہٰذا وہ تمام صورتیں بھی قرآن ہیں، کیونکہ آپ ﷺ کے بقول قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور آپ ﷺ نے اجازت دی کہ جس میں سہولت ہو وہی اختیار کرلو۔[17]

بعض عیسائیوں نے غالباً اپنی کتاب میں بے شمار تحریفات اور انجیل کے مختلف نسخوں میں اختلافات کو قرآنی قراءات کی طرح

قرار دیتے ہوئے یہ کہا کہ:"إننا مختلفون فی قراء ة کتابنا فبعضنا یزید حروفا وبعضنا یسقطہا"[18]

اس کے جواب میں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (م۴۵۶ھ) نے قرآنی قراءات کے اختلاف کی نوعیت کو اس طرح بیان کیا ہے:"فلیس ہذا اختلافا،بل ہو اتفاق منا صحیح؛ لان تلک الحروف وتلک القراء ات کلہا مبلغ بنقل الکواف إلی رسول االلہ ﷺ إنہا نزلت کلہا علیہ؛ فأی تلک القراء ات قرآنا فہی صحیحة وہی محصورة کلہا مضبوطة معلومة لازیادة فیہا ولا نقص؛ فبطل التعلق بہذا الفصل واللہ الحمد"[19]

امام قرافی رحمہ اللہ نے نصاریٰ کے اس زعم کے جواب میں کافی طویل بحث کی ہے جس میں انہوں نے انجیل اور قرآنی آیات کے درمیان فروق کو واضح کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ قراءاتِ مختلفہ کی اِجازت کا پس منظر قبائلِ عرب کی مختلف لغات تھیں، کوئی امالہ کرتا تو کوئی تفخیم، کسی کی لغت میں مد ہے کسی میں قصر، کسی کے نزدیک حروف میں جہر ہے تو کسی کے نزدیک اخفاء۔ اگر سب کو ایک ہی لغت کا مکلف قرار دیا جاتا تو ان کو مشقت اٹھانی پڑتی، اس مشقت کو دور کرنے کیلئے قراءات نازل ہوئیں اور یہ سب کی سب نبی ﷺ سے متواتر طریقہ سے مروی ہیں۔ سو ہمیں ان تمام قراءات پر اعتماد ہے کہ یہ من جانب اللہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے نکلی ہوئی ہیں۔ اس کے برعکس عیسائی اپنی اناجیل کے مصنفین کو عادل راویوں کے ذریعہ ثابت کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ اس لحاظ سے عالمِ عیسائیت کے پاس انجیل کے کسی حرف کے بارے میں یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اللہ کا کلام ہے لہٰذا انجیل کے حاملین، مسلمانوں کے قرآن کے اصول و قواعد کا اپنی کتاب پر اطلاق کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔[20]

غرضیکہ اختلافِ قراءات، اضطراب اور عدمِ ثبات کے قبیل سے نہیں بلکہ یہ سب قراءات ہمیں یقینی طور پر رسول اللہe سے بطریقِ تواتر وصول ہوئی ہیں اور ان میں سے ہر قراءت قرآن ہے۔ لہٰذا گولڈ زیہر کا یہ شبہ کسی طرح کی عقلی و نقلی دلیل سے قطعاً عاری ہے اور اگر یہ قرآن کسی غیر کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا، لیکن چونکہ یہ اللہ کا کلام ہے اس لئے اختلافات سے پاک ہے۔ تاہم اختلافِ قراءات کی نوعیت سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔

قراءات کا اختلاف اس اختلاف کے قبیل سے نہیں جس میں تضاد یا تناقض پایا جاتا ہے بلکہ یہ اختلاف، تغایر اور تنوع کا ہے جو قرآنی اعجاز کی علامت ہے۔ ابن قتیبہa (م۲۷۶ھ) اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الاختلاف نوعان: اختلاف تغایر،واختلاف تضاد فاختلاف التضاد لایجوز،ولیست واجدہ بحمد اللہ فی شئ من القرآن الا فی الامر والنہی من الناسخ والمنسوخ واختلاف التغایر جائز"[21]

تغیر و تنوع کا یہ اختلاف قرآنی قراءات میں موجود ہے اور ہر قراءت ایک مستقل آیت کے حکم میں ہے یقیناً یہ اختلاف 'ایجاز' کو واضح کرتا ہے۔ قرآن کا سارا مزاج ارشاد و تعلیم کے اسی راستہ پر چلتا ہے۔[22]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:"ولا نزاع بین المسلمین أن الحروف السبعة التی أنزل القرآن علیہا لا

تتضمن تناقض المعنى وتضاده، بل قد يكون معناہا متفقاً أو متقارباً،كما قال عبد الله ابن مسعود: إنما ہو كقول أحدكم: اقبل، وہلم وتعال"[23]

قراءات کے مابین اختلاف کی ممکنہ صورتیں

قراءات کے مابین اختلاف تین حال سے خالی نہیں ہوتا:

1. لفظ مختلف ہوں اور معنی متحد۔
2. لفظ اور معنی دونوں مختلف ہوں، لیکن تضاد کے بغیر ایک مفہوم میں جمع ہوں۔
3. لفظ اور معنی مختلف ہوں، ایک شے میں اجتماع بھی ممکن نہ ہو، لیکن ایک دوسری وجہ سے تضاد کے بغیر جمع ہو جائیں۔

تنوعِ قراءات کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

(١) (رَبَّنَا بَاعِدْ)اور(بَاعَدَ) [24]

(٢) (اِلَّا اَنْ يُّخَافَا اَلَّا يُقِيْمَا)اور(اَلَّا اَنْ يَخَافَا الا يقِيْمَا) [25]

(٣) وَاِنْ كَانَ مَكْرہم لِتَزُوْلُ)) اور ((لِتَزُوْلَ مِنْہُ الْجِبَال [26]

(٤) (يخدعون)اور(يخادعون)[27]

(٥)(يَكْذِبُوْنَ) اور(يُكَذِّبُوْنَ)[28]

(٦) (لمستمْ) اور(لامستم)[29]

(٧) (حَتّٰى يَطْہُرْنَ)اور(يَطَّہَّرْنَ)[30]

ہر قراءت دوسری قراءت کے لیے ایسی ہی ہے جیسے ایک آیت دوسری آیت کے لیے، ہر ایک پر ایمان واجب ہے اور جو معنی وہ قراءات رکھتی ہیں اس کا اتباع بھی واجب ہے۔ تعارض کا گمان کرتے ہوئے دو وجوہ میں سے کسی ایک کو ترک کرنا جائز نہیں بلکہ خود حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "**من كفر بحرف فقد كفر به كله**"[31]

جن قراءات میں لفظ اور معنی دونوں متحد رہتے ہیں ان کا تنوع دراصل کیفیتِ نطق میں ظاہر ہوتا ہے مثلاً: ہمزات، مدات، امالات اور نقلِ حرکات، اظہار، ادغام، اختلاس، لام اور راء کو باریک کرنا یا موٹا کرنا وغیرہ جن کو قراء 'اصول' کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان میں کوئی تناقض اور تضاد نہیں ہوتا، کیونکہ ایک لفظ کی ادائیگی کے مختلف طریقے لفظ کو مختلف نہیں بناتے بلکہ لفظ بدستور اسی طرح رہتا ہے اور بسا اوقات اَدائیگی کے انہی طریقوں سے متعدد معانی نمودار ہوتے ہیں جو رسم میں متحد ہونے کے باوجود متنوع معانی کے حامل ہوتے ہیں۔[32]

غرض جملہ قراءات حق ہیں اور ان کا اختلاف بھی حق ہے، اس میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں۔ قرآن مجید ہر تحریف و تبدیلی یا

اضطراب واختراع سے پاک واحد کتاب ہے جس کا تقابل دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی۔ چنانچہ یہ دعویٰ برمحل ہوگا کہ قرآن ہی وہ واحد کتاب ہے جس کی نص کو اضطراب اور عدمِ ثبات پیش نہیں آیا اور باقی تمام کتب تحریفات کا شکار ہوئی ہیں اور اس حقیقت کے دونوں پہلوؤں کے دلائل مختصر انداز سے تحریر کر دیئے گئے ہیں۔

قرآن کے متعدد متون اور عدم وحدت

گولڈزیہر اپنی کتاب میں مختلف قراءات پر تنقید اور ان کو قرآنی متن میں سببِ اضطراب قرار دینے کے ساتھ ساتھ یہ دعویٰ بھی کرتا ہے کہ مختلف قراءات دراصل قرآن کے متعدد متون ہیں اور تاریخِ اسلامی کے کسی دور میں نصِ واحد کے ساتھ قرآن منظرِ عام پر نہیں آسکا ماسوا چند اقدامات کے جن کا اثر مستقل نہیں رہا۔ اس ضمن میں وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کے کارنامہ کو نصِ قرآنی کی وحدت کی طرف اہم قدم قرار دیتا ہے، لکھتا ہے: **"وفی جميع الشوط القديم للتاريخ الإسلامی لم يحرز الميل إلى التوحيد العقدی للنص إلا انتصارات خفيفة"**[33]

اس شبہ کا حاصل دو چیزیں ہیں:

- قراءاتِ مختلفہ قرآن کے متعدد متون ہیں، لہٰذا قرآن ایک نہیں ہے۔
- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو ایک کر دیا۔

گولڈزیہر اپنے شبہات میں تدریجی رنگ اختیار کرتے ہوئے اوّلاً نصِ قرآنی کو مضطرب گردانتا ہے پھر جمعِ عثمانی سے ماقبل مصاحف کا مصحفِ عثمانی سے تقابل کرتا ہے جس کے بعد اس نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قرآن کے مختلف Versions ہیں۔ اس کے بعد مذکورہ بالا شبہ پیش کیا جو سابقہ شبہات کا ہی تسلسل ہے۔

گولڈزیہر کے نزدیک مسلمان ہمیشہ قرآنی نص کی وحدت کی طرف رغبت رکھتے تھے لیکن ان کی یہ خواہش بارآور ثابت نہیں ہو سکی البتہ دورِ عثمانی میں کچھ کامیابی حاصل ہوئی۔ یہاں یہ واضح رہے کہ گولڈزیہر بھی دیگر مستشرقین کی طرح دلائل سے قطع نظر پہلے سے طے شدہ نظریات ہی کو اپنا واحد وظیفہ بناتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان دعووں پر اس نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ بہر طور جواباً چند نکات ملاحظہ ہوں:

- کسی ایک مسلمان سے بھی یہ ثابت نہیں کہ اس نے کبھی یہ خیال کیا ہو کہ قرآن کریم کی کئی نصوص ہیں، ان کو ایک کر دیا جائے اور اگر ایسا ہوتا تو ہم تک یہ بات ضرور پہنچتی۔
- خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کی جو کتابت کروائی اور ان کو مختلف ممالکِ اسلامیہ کی طرف اِرسال کیا اور لوگوں کو اس پر مامور کیا، اس کا باعث توحید نصِ قرآنی کی طرف میلان نہیں تھا بلکہ تمام مسلمانوں کو قراءاتِ ثابتہ پر اکٹھا کرنے کی رغبت تھی تاکہ متواتر قراءات کے علاوہ قراءات کا خاتمہ ہو اور امت پر آسانی اور سہولت ہو جائے۔[34]

- مصاحف میں قرآن کی کتابت کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اہلِ حمص، اہلِ دمشق اور اہلِ کوفہ وبصرہ کی یہ خبر پہنچی کہ ان میں سے ہر ایک اپنی قراءت کو دوسرے کی قراءت سے بہتر کہتا ہے اور لوگ نزاع میں مبتلا ہو رہے ہیں تو اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے تقریباً بارہ ہزار کی تعداد میں صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہوئے اور یہ رائے دی کہ لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ خلافتِ ابو بکر رضی اللہ عنہ میں جمع کردہ مصحف کو، جو اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا، منگوا کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت کو حکم دیا کہ وہ اس سے عرضہ اٰخیرہ کا لحاظ رکھتے ہوئے مصاحف تیار کریں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان مصاحف کی تیاری کے بعد ہر مصحف کے ساتھ ایک ایک قاری بھی مختلف شہروں میں بھیجا تاکہ وہ رسمِ مصحف کے مطابق متواتر قراءات کی تعلیم دے۔ اس طرح ان علاقوں میں تابعین حفاظ کا ایک جمِ غفیر پیدا ہو گیا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے براہِ راست شاگرد تھے۔

قاضی ابو بکر باقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "**لم يقصد عثمان قصد أبی بكر فی جمع القرآن بين لوحين، وإنما قصد جمعهم على القراءات الثابتة المتواترة المعروفة عن النبی ﷺ والغاء ماليس كذلک**"(35) "یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا میلان اور قصد قرآن کو دو تختیوں میں جمع کرنا نہیں تھا بلکہ متواتر اور ثابت قراءات کا جمع و تحفظ مقصود تھا جو پورا ہوا۔"

- حافظ ابو عمرو الدانی رحمہ اللہ کا قول ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت نے باطل اور غیر معروف قراءات کی گنجائش کو مصحف سے نکال باہر کیا اور صرف منقول اور متواتر قراءات کو محفوظ کر دیا۔ مزید لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ فعل اور قصد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قصد، قرآن کو دو گتوں میں محفوظ کرنے، کی طرح نہ تھا بلکہ یہ قراءاتِ ثابتہ کو جمع کرنا تھا۔(36)
- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنی متن کو نقاط اور اعراب سے خالی رکھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا میلان اور رغبت لوگوں کو متواتر قراءات پر جمع کرنا تھا اور منسوخ وشاذ قراءات سے چھٹکارا دینا تھا۔(37)
- اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصد توحیدِ نصِ قرآنی ہوتا تو وہ مصاحف کو ایک ہی صورت میں لکھواتے اور ان کے مابین کوئی اختلاف بھی موجود نہ ہوتا۔ پس مختلف صورتوں اور متعدد کیفیات پر اس کی کتابت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے توحیدِ نصِ قرآنی کا ارادہ نہیں کیا بلکہ بطریقِ تواتر منقول قراءات پر لوگوں کو جمع کرنا مقصود تھا۔(38) بالفرض اگر انہوں نے نص کو ایک کیا ہے تو یہ مروجہ قراءاتِ مختلفہ کیا ہیں؟

مصاحف اور قراءات کے مطالعہ میں جیفری کا نظریہ ارتقاء مشہور مستشرق آرتھر جیفری نے مصاحف عثمانیہ سے قبل بعض

صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول قراء ات (جنہیں وہ مصاحف شمار کرتا ہے) پر نقد وجرح کی غرض سے ابن ابی داؤد (م۳۱۶ھ) کی "کتاب المصاحف" کا انتخاب کیا۔ جس سے اس کا مقصد قرآنی نص کو مضطرب اور مشکوک انداز میں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے متعدد متون میں ارتقاء ثابت کرنا ہے۔ ہم اس بحث میں آرتھر جیفری کے منہجِ تحقیق وتنقید پر اُصولی بحث کرتے ہیں تاکہ قارئین کو اندازہ ہوسکے کہ دراصل تحقیق میں دیانتدارانہ طریقہ کار کبھی بھی مستشرقین کے حصہ میں نہیں آیا۔

جیفری کے منہجِ تحقیق کی تقییم

- آرتھر جیفری نے اس کتاب کی Editing کیلئے نسخہ ٔظاہریہ پر اعتماد کیا ہے اور اس کا تقابل دار الکتب المصریۃ والے مخطوط سے کیا ہے، حالانکہ مؤخر الذکر نسخہ، نسخہ ظاہریہ سے ہی نقل کیا گیا ہے اور دراصل یہ دونوں ایک ہی نسخہ کی دو شکلیں ہیں نہ کہ دو الگ الگ نسخے۔ اس کے باوجود مستشرق موصوف نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ متقابل نسخہ ہے۔[39]
- جیفری نے اپنے مقدمہ میں اس نسخہ کے پہلے ایک دو اَوراق کے سقوط کا ذکر کرتے ہوئے جس گمان کا اِظہار کیا ہے وہ اس کے پہلے سے طے شدہ نتائج کی بھرپور غمازی کرتا ہے۔ اس کے زعم میں اس کتاب کے اصل نسخہ سے کئی صحف ساقط ہیں خصوصاً اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءات اور طلحہ بن مصرف رضی اللہ عنہ کی قراءات پر مشتمل فصول[40] حالانکہ یہ گمان بلا دلیل ہے۔
- مقدمہ کے آخر میں جہاں ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے کچھ حالات ذکر کیے گئے ہیں، وہیں مخطوط نسخہ میں بعض سماعات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن میں سے بہت زیادہ تعداد میں سماعات کو جیفری نے ترک کیا ہے۔ اس کی وجہ سماعات کی اہمیت، فوائد اور ان کے نتائج ومقاصد سے ناواقفیت ہے۔[41]
- ہمیشہ کسی مخطوط کی تحقیق اس اصول کی روشنی میں ہوتی ہے کہ مصنفِ کتاب کی اصل عبارت جوں کی توں رہے اور محقق کے وضاحتی نوٹس بریکٹس([]) یا حاشیہ میں جگہ پائیں، لیکن آرتھر جیفری نے اس کے برعکس کتاب المصاحف کی تحقیق میں اس اہم اصول سے عدول کرتے ہوئے کئی مقامات پر متن کتاب میں اَبواب کے اِضافے کیے ہیں۔ مثلاً مخطوط نسخہ کے مطابق آغاز کسی اثر کی سند سے ہو رہا ہے جس کا پہلا حصہ حذف ہے، لیکن جیفری نے اپنی طرف سے باب کا عنوان باندھا ہے مثلاً "باب من کتب الوحی لرسول اللہ ﷺ" اسی طرح کتاب کے مزید کئی مقامات پر اس روش پر عمل کرتے ہوئے عنوان کے ساتھ باب کا اضافہ کیا گیا ہے۔ مثلاً مصنف کے عنوان "جمع ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ القرآن فی المصاحف بعد رسول اللہ ﷺ"[42] سے قبل "باب من جمع القرآن" کا اضافہ کیا ہے۔ اسی طرح اثر نمبر ۳۴۴ سے پہلے اپنی طرف سے "**ما اجتمع علیه كُتّاب المصاحف**" عنوان کا اضافہ کیا۔[43]

لطف کی بات تو یہ ہے کہ جیفری کی تحقیق کے دوران چند ایسے مقامات بھی نظر سے گذرے ہیں جہاں لفظ باب کی کوئی ضرورت

نہیں تھی، لیکن اس کو رقم کرنے میں حرج نہ سمجھا گیا۔ شاید اس کی وجہ مخطوطہ کی تصحیح سے زیادہ صاحب کتاب کی تصحیح مقصود تھی مثلاً ابن ابی داوٗد رحمہ اللہ کے عنوان "اختلاف خطوط المصاحف"[44] کو "باب اختلاف خطوط المصاحف" لکھا گیا ہے۔

- متعدد مقامات پر اپنی طرف سے کلمات کے بے جا اضافہ جات بھی جیفری کے منہجِ تحقیق کو غیر محکم اور پر نقص بناتے ہیں، غالباً جیفری نے ان کلمات کا اِضافہ کسی 'اثر' کے معنی کی تکمیل کی غرض سے کیا ہو گا، لیکن حقیقت میں درست مفہوم زیادتی کلمہ کے بغیر زیادہ درست اور واضح تھا اور عین مخطوطہ کے الفاظ ہی حقیقی اور معنی کی تکمیلی شکل تھے۔ مثال کے طور پر اثر نمبر ۲۶ میں جیفری نے حرف "فی" کا اضافہ ابن ابی داوٗد رحمہ اللہ کی عبارت "**فنسخها عثمان هذه المصاحف**" میں "فی هذه المصاحف"[45] کے ساتھ کیا ہے حالانکہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اسی اثر کو 'فی' کے بغیر ذکر کیا ہے اور وہی صحیح ہے۔[46]
- کتاب المصاحف میں مذکور بعض آثار کی اسناد بیان کرنے میں بھی جیفری سے بہت زیادہ اغلاط سرزد ہوئی ہیں جو یقیناً تحریف کے زمرے میں آتی ہیں۔ مصادر و مراجع کی قطعیت (Authenticity) جس طرح مستشرقین کے نزدیک غیر اہم ہے، جس کی بناء پر عموماً ان کے ساتھ غیر محققانہ رویہ روا رکھا جاتا ہے، اور مسلم علماء و محققین ان کی نام نہاد تحقیقات کو قابل اعتناء نہیں گردانتے، اسی طرح اس کتاب کی تحقیق میں بھی غیر محتاط اور غیر سنجیدہ اُسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ ہمیں مستشرق موصوف کی عربی لغت میں عدمِ مہارت کا بخوبی احساس ہے، لیکن اس قدر حساس اور نازک موضوع پر جسارت سے قبل کم از کم اس کا احساس ضروری تھا جس کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔
- اس سے بھی زیادہ قابلِ تعجب بات یہ ہے کہ مصحفِ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد 'مصحفِ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' میں صرف ایک روایت ذکر کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ "آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا أُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ"[47] کو اس طرح پڑھتے تھے "آمن الرسول بما انزل اليه وآمن المومنون"[48] ظاہر ہے کہ ابن ابی داوٗد رحمہ اللہ اس سے تفسیری روایات کو واضح کرنا چاہتا ہے، لیکن محقق نے اس کو بھی مصحف گردانا ہے۔
- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مصحف کو 'لباب القلوب' سے منسوب کیا گیا ہے جس کے ذیل میں صرف چار قراءات بیان کی گئی ہیں:

(۱) 'ابراہیم' کی جگہ 'ابراہام' (۲) 'لایعقلون' کی جگہ 'لایفقهون'

(۳) 'صواف' کی جگہ 'صوافِیَ' (٤) 'مَن قبلَهُ' کی جگہ 'من تلقاءه'[49]

صرف چار صورتوں کی بناء پر جن میں دو قراءات ہیں اور دو تفسیری روایات ہیں، قطعاً الگ مصحف کو خاص اسم سے منسوب کرنا قرآنی تاریخ میں گھات لگانے کے مترادف ہے۔[50]

اہل اشراق کے قرأت قرآن پر اعتراضات کی حقیقت

- قراءتوں کے ردو قبول کا کوئی منصوص معیار موجود نہیں ہے۔
- بعض قراءتوں سے معنی ومفہوم میں فرق واقع ہو جاتا ہے، بلکہ بعض جگہ شریعت کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔
- تمام لوگ قراءتِ عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے رہے ہیں اور یہ وہی قراءت ہے جو عرضہ ٔاخیرہ میں پڑھی گئی۔

ان اِعتراضات کی حقیقت کیا ہے، بالترتیب ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

قراءتوں کے ردّو قبول کا کوئی منصوص معیار موجود نہیں ہے، بس اہل فن نے مل کر کچھ شرائط طے کر دی ہیں جن پر پورا اترنے والی قراءت کو قبول کیا جاتا اور باقی کو رد کر دیا جاتا ہے۔ یہ شرائط درج ذیل ہیں:

- قراءت مصحف عثمانی کے رسم الخط کے مطابق ہو۔
- لغت، محاورے اور قواعد زبان کے خلاف نہ ہو۔
- اس کی سند معتبر اور مسلسل واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو۔

قراءتوں کے ردّو قبول کا کوئی منصوص معیار موجود نہیں ہے بس اہلِ فن نے مل کر کچھ شرائط طے کر دی ہیں۔ اس سلسلے میں ہم عرض کرتے چلیں کہ وہ تمام قراءات جو ہم تک پہنچی ہیں وہ کسی منصوص معیار کے بجائے اہلِ فن کے مقرر کردہ انہی قواعد کی روسے پہنچی ہیں، جن میں غامدی صاحب کی اِختیار کردہ 'قراءت حفص' جو اصل میں روایتِ حفص ہے، بھی شامل ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ ٔخلافت میں جب مختلف قراءات سے متعلق فتنہ وفساد رونما ہونے لگا اور ایک دوسرے کی تکفیر کی جانے لگی تو انہوں نے اُمت کو فتنہ اور اِختلاف سے بچانے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِجماع سے تمام وہ قراءات جو عرضہ ٔاخیرہ میں منسوخ کر دی گئی تھیں یا وہ تفسیری کلمات جو بعض صحابہ نے اپنے اپنے مصاحف میں بطور حواشی درج کر رکھے تھے، کو ان تمام سے الگ کر دیا۔ پھر یہ مصاحف ماہرینِ قراءات کی معیت میں مختلف علاقوں میں بھیج دیئے گئے اور باقی تمام مصاحف کو تلف کرنے کا حکم دے کر اس فتنہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تابعین رحمہم اللہ کا ایک جم غفیر جب ان قراءات کو سیکھ کر اپنے علاقوں میں پہنچا تو ان سے سیکھنے والے ظاہر ہے کہ عدل وثقاہت اور حفظ واتقان میں ایک جیسے نہیں تھے۔ بعض جو عدالت وحفظ کے اس معیار پر نہ تھے، انہوں نے بعض قراءاتِ شاذہ اور ضعیفہ کو قرآن سے ملانا شروع کر دیا، بعض نے اِجماعِ امت سے ہٹ کر اپنے اپنے معیارات مقرر کر لیے۔ چنانچہ ایک دفعہ پھر امت میں اختلافات کا خطرہ پیدا ہوا تو ائمہ عظام کی جانب سے قرآنِ کریم کو غیرِ قرآن سے الگ کرنے کے لیے گہرے غور وخوض اور دقت نظری کے بعد چند اصولی ضوابط اور معیارات مقرر کر دیئے گئے۔ پوری امت انہی اصولوں پر اعتماد کا اظہار کرتی رہی ہے اور انہی کو قراءات کے ردو قبول کا معیار قرار دیتی رہی ہے۔

امام جزری رحمہ اللہ ان تین شرائط کے متعلق فرماتے ہیں:

”اس اصول کے مطابق جو بھی قراءت ہو گی وہ قراءتِ صحیحہ اور ان حروف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا، مسلمانوں پر اس کو قبول کرنا واجب ہے اور اگر تینوں شرائط میں سے کسی ایک شرط میں خلل آجائے تو وہ قراءت شاذہ، ضعیف یا باطل ہو گی۔“[51]

ایک جگہ پر فرماتے ہیں”: ہر وہ قراءت جو عربی (نحوی) وجہ کے موافق ہو، رسم مصحف کے مطابق ہو (خواہ یہ مطابقت تقدیری ہو) اور اس کی سند صحیح ہو تو وہ قراءت صحیح ہو گی۔ اس کو رد کرنا جائز نہیں ہو گا۔“[52]

ان تین قواعد کی مختصر وضاحت پیش خدمت ہے

مصحف عثمانی کے رسم کی موافقت

وہ مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی ایک کے رسم کے موافق ہو۔ یہ موافقت حقیقی بھی ہو سکتی ہے اور تقدیری بھی۔ مصحفِ عثمانی کے رسم کی اس قدر اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار کے مشورہ سے جب تمام اُمت کو ایک رسم پر جمع کرنے کا فیصلہ کیا تو انہوں نے سب سے پہلے اس بات کو ملحوظ رکھا کہ مصاحف کا رسم ان تمام حروف پر مشتمل ہو جو عرضۂ اَخیرہ کے وقت باقی رکھے گئے تھے۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ سورۃ فاتحہ کی آیت } مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ]{الفاتحہ:۳] میں] مٰلِكِ [کو]مَلِكِ [اور] مٰلِكِ [دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے اور یہ دونوں قراءات، متواترہ ہیں، روایتِ حفص میں اسے] مٰلِكِ [میم پر کھڑا زبر اور روایت ورش میں] مَلِكِ [میم پر زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ لیکن جس مقام میں اختلاف قراءت کے متعلق متواتر سند نہ ہو وہاں رسم الخط میں گنجائش کے باوجود دوسری قراءت پڑھنا ناجائز اور حرام ہے مثلاً سورۃ الناس کی دوسری آیت رسم عثمانی کے مطابق اس طرح ہے،}مَلِكِ النَّاسِ] {الناس:۲] اس مقام پر تمام قراء مَلِكِ النَّاسِ ہی پڑھتے ہیں اسے کوئی بھی مٰلِكِ النَّاسِ نہیں پڑھتا، کیونکہ یہاں اختلافِ قراءت منقول نہیں ہے۔

ابو بکر الانباری فرماتے ہیں:

اجتمع القراء علی ترک کل قراءۃ مخالف المصحف۔[53]

”تمام ائمہ قراء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر وہ قراءۃ متروک (شاذ) قرار پائے گی جو رسم عثمانی کے مخالف ہو گی۔“

لغتِ عرب کی کسی وجہ کی موافقت

اس شرط کو دوسری دونوں شروط کا لوازمہ قرار دیا جا سکتا ہے اور اس کا مقصود یہ ہے کہ ہر وہ قراءت جو متواتر سند کے ساتھ منقول ہو مصحف عثمانی کے خط کے بھی موافق ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ لغتِ عرب میں بھی اس کی کوئی وجہ موجود ہو، اگرچہ وہ زیادہ معروف نہ بھی ہو۔

یاد رہے کہ قرآن کریم کی ایسی کسی قراءت کا وجود نہیں ہے جو متواتر ہو اور رسم عثمانی کے بھی موافق ہو لیکن لغت عرب میں اس کی کوئی وجہ موجود نہ ہو۔ اور اگر فرض کر بھی لیا جائے کہ ایک ایسی ثابت شدہ متواتر قراءت جس میں بقیہ دونوں شروط تو پائی جارہی ہیں لیکن لغت عرب میں اس کی کوئی وجہ نہ مل رہی ہو تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ پوری لغت عرب میں اس کا وجود نہیں ہے، یہ بات قطعی ہے کہ ہر وہ قراءت جو تواتر کے ساتھ منقول ہو اور مصحف عثمانی کے موافق ہو وہ نازل کردہ قرآن ہے۔ یہ ایک ایسی قطعی دلیل ہے جو وجود لغت کا پتہ دے رہی ہے اور جس کے ثبوت میں کوئی بحث نہیں ہے۔

ابو عمرو دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ائمہ قراء حروف قرآن کے سلسلہ میں اس بات پر اعتماد نہیں کرتے کہ وہ لفظ لغوی لحاظ سے عام مستعمل یا عربی قاعدہ کے زیادہ مطابق ہے بلکہ اس پر اعتماد کرتے ہیں کہ وہ حروف نقل وروایت کے اعتبار سے صحیح ترین اور ثبوت کے اعلیٰ معیار پر ہو، کیونکہ قراءت میں رسول اللہ ﷺ سے ائمہ تک کے سلسلہ تواتر (قطعیت) کی اتباع کی جائے گی اور اس کی طرف لوٹنا اور اسے قبول کرنا ضروری ہے۔(54)

کسی بھی قراءت کو قبول کرنے کے لیے یہ وہ معیار اور کسوٹی ہے جو ائمہ کرام نے مقرر کیا ہے۔ جس قراءت میں ان تین ارکان میں سے کوئی ایک بھی ناپید ہو گا اسے شاذ قرار دیا جائے گا۔ ان تین شروط کی جانچ پرکھ کے ساتھ اس خیال کی شدت کے ساتھ نفی کی جاسکتی ہے کہ امت میں کوئی ایسی قراءت عام ہو جائے جو بطور تفسیر نقل کی گئی تھی یا عرضۂ اخیرہ میں منسوخ کر دی گئی تھی۔ مختلف قراءتوں کے اس تصور کو قبول کرنے کے بعد یہ خیال غلط قرار پاتا ہے کہ خدا کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کے الفاظ میں ایک زیر، زبر اور ایک شوشے کا بھی فرق نہیں ہے اور مزید یہ کہ بعض قراءتوں میں معنی و مفہوم میں بھی فرق واقع ہو جاتا ہے، بلکہ بعض جگہ شریعت کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔ قراءات کے بدلنے سے معنی و مفہوم اور شریعت کا حکم بدل جاتا ہے لیکن اس کے لیے کسی ایک بھی قراءت کو بطور دلیل نقل کرنا گوارا نہیں کیا۔

اَحکام القرآن للجصاص میں ہے:

> **وہاتان القرائتان قد نزل بہما القرآن جمیعا ونقلتہما الأمة تلقیا من رسول الله ﷺ۔""**
>
> یہ دونوں قراءتیں ایسی ہیں کہ قرآن ان دونوں کے ساتھ نازل ہوا ہے اور امت نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے۔"(55)

علامہ قنوجی لکھتے ہیں: **وقد تقرّر أن القرائتین بمنزلة الآیتین فکما أنه یجب الجمع بین الآیتین المشتملة إحداہما علی زیادة بالعمل بتلک الزیادة، کذلک یجب الجمع بین القرائتین]** (56)"یہ بات ثابت شدہ ہے کہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں، تو جس طرح ایسی دو آیتوں کے درمیان تطبیق کرنا ضروری ہے، جن میں سے ایک آیت کسی زائد معنی پر مشتمل ہو، اسی طرح دو قراءتوں میں بھی جمع و تطبیق واجب ہے۔''

علامہ سیوطی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :وتعارض القر ائتین بمنزلة تعارض الآیتین۔ "[57]دو قراءتوں کا تعارض دو آیتوں کے تعارض کی طرح ہے۔"

تفسیر روح المعانی میں ہے:"ومن القواعد الأصولية عند الطائفتين أن القر ائتين المتو اترتين إذا تعارضتا في آية واحدة فلهما حكم آيتين "اصولی قواعد میں سے ایک یہ ہے (دونوں طائفوں کے نزدیک) کہ متواتر قراء تیں جب ایک آیت میں متعارض ہو جائیں تو ان کا حکم دو آیتوں کی طرح ہے۔"

مزید بر آں قرآن کریم کا متنوع حروف پر نازل ہونا اُمت محمدیہ کے فضائل وخصائص میں سے ہے، کیونکہ پہلی کتبِ سماویہ ایک حرف پر نازل ہوئیں اور وہ امتیں ان کتب کو صرف ایک ہی حرف پر پڑھ سکتی تھیں اور ان متعدد اَحرف سے جہاں قرآن کریم کی تلاوت میں آسانی مقصود تھی وہاں ان میں بہت سے فوائد اور حکمتیں بھی پنہاں تھیں۔

تمام قراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ قراءات کا تعدد تحریف وتغییر کا نتیجہ ہے اور نہ ہی ان سے معانی میں التباس ،تناقض یا تضاد پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ بعض قراء ات بعض قراء ات کے معانی کی تصدیق کرتی ہیں ۔ بعض قراءات سے متنوع معانی سامنے آتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک معنی مقاصد شریعت اور بندوں کی مصلحتوں میں سے کسی مصلحت کو محقق کرنے والے حکم پر دلالت کرتا ہے۔ایسی قراءات میں سے ایک، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:((وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا))[58]

اس آیت مبارکہ میں لفظ 'یَلْقٰهُ' میں دو قراءات ہیں۔

'یَلْقٰهُ' (بفتح الیاء والقاف مخففۃ)اس قراءت کی صورت میں اس آیتِ مبارکہ کا معنی ہو گا کہ ہم روزِ قیامت انسان کے لئے ایک کتاب نکالیں گے جو اس کے اعمال کا صحیفہ ہو گا اور وہ آدمی اس صحیفے کے پاس اس حال میں پہنچے گا کہ وہ مفتوح (کھلا ہوا) ہو گا۔ اگر وہ شخص جنتی ہو گا تو اسے اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑے گا اور اگر جہنمی ہو گا تو اسے اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑے گا۔

'یُلَقّٰهُ' (بضم الیاء وتشدید القاف)اس قراءات کی صورت میں اس آیت مبارکہ کا معنی ہو گا کہ ہم روزِ قیامت انسان کے لئے ایک کتاب نکالیں گے جو اس کے اعمال کا صحیفہ ہو گا اور وہ کتاب انسان کو اس حال میں دی جائے گی کہ وہ مفتوح (کھلی ہوئی) ہو گی۔ مذکورہ دونوں قراءات کے معانی معمولی سے فرق سے واضح ہوتا ہے کہ بالآخر دونوں کا ایک ہی معنی ہے، کیونکہ کتاب کے پاس جانا یا کتاب کا دیا جانا ایک ہی شے ہے۔اور دونوں صورتوں میں ہی وہ کتاب مفتوح (کھلی ہوئی) ہو گی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضاً () وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ[59]

اس آیتِ مبارکہ میں لفظ 'يَكْذِبُوْنَ' میں دو قراءاتیں ہیں۔

'يَكْذِبُوْنَ' (بفتح الیاء وسکون الکاف وکسر الذال)اس قراءات کی صورت میں اس کا معنی ہو گا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کی طرف سے جھوٹی خبریں دیتے ہیں۔

'یُکَذِّبُوْنَ' بضم الیاء وفتح الکاف وتشدید الذال المکسورۃ) اس قراءات کی صورت میں اس کا معنی ہو گا کہ وہ رسولوں اور ان کی لائی ہوئی شریعت کو جھٹلاتے ہیں۔ مذکورہ دونوں قراءات کے معنی میں نہ تو تناقض ہے اور نہ ہی تضاد ہے بلکہ دونوں قراءات میں سے ہر ایک نے منافقین کے اَوصاف میں سے ایک ایک وصف بیان کیا ہے۔

پہلا وصف: وہ اللہ تعالی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کی خبروں میں جھوٹ بولتے ہیں۔

دوسرا وصف: وہ اللہ تعالی کی طرف سے رسولوں کی دی گئی شریعت کو جھٹلاتے ہیں۔

اور منافقین کے بارے میں یہ دونوں صفات ہی برحق ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ان دونوں صفات (کذب اور تکذیب) کو ہی اپنے اَندر جمع کر لیا تھا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعددِ قراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حکمت کی بناء پر ہے۔ تحریف و تغیر کا نتیجہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی قراءات سے معانی میں التباس، تناقض یا تضاد پیدا ہوتا ہے، بلکہ بعض قراءات بعض قراءات کی تصدیق کرتی ہیں۔

تمام لوگ قراءتِ عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے رہے ہیں اور یہ وہی قراءت ہے جو عرضۂ اَخیرہ میں پڑھی گئی۔ اور زرکشی رحمہ اللہ کے حوالے سے ابو عبدالرحمن السلمی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

> ابو بکر و عمر، عثمان، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور تمام مہاجرین وانصار کی قراءت ایک ہی تھی۔ وہ قراءتِ عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے تھے۔ یہ وہی قراءت ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے سال جبریلِ اَمین علیہ السلام کو دو مرتبہ قرآن سنایا۔ عرضۂ اَخیرہ کی اس قراءت میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ دنیا سے رخصت ہونے تک وہ لوگوں کو اسی کے مطابق قرآن پڑھاتے تھے۔"(60)

نتیجہ بحث

مستشرقین کی جانب سے قراءات قرآنیہ پر کیے گئے اعتراضات کی حقیقت، اسلامی علوم کی گہری تحقیق اور دلائل سے واضح ہوتی ہے کہ یہ اعتراضات بے بنیاد ہیں۔ قرآن مجید کی مختلف قراءات کا وجود، اس کی جامعیت اور الٰہی وحی کی مضبوطی کا ثبوت ہے۔ مستشرقین کے دعووں کے برعکس، قراءات کی یہ کثرت قرآن کی حفاظت اور اس کی تاریخی صداقت کی گواہی دیتی ہے۔ اسلامی علوم کی تحقیق اور روایات کی مستند تصدیق ان اعتراضات کو مکمل طور پر رد کرتی ہے، اور قرآن مجید کی اصلیت اور سچائی پر مسلمانوں کا اعتماد مزید مستحکم کرتی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات(References)

(1) زرکلی خیر الدین، الاعلام، ۱/ ۸۴، دار العلم للملایین، بیروت، ط ۱۹۸۴، ۲ء

(2) نجیب العقیقی، المستشرقون، ۹۰۶/۳، دار المعارف مصر، ۱۹۶۵ء

(3) الاعلام، ۸۴/۱...ونجیب العقیقی، المستشرقون، ۹۰۷/۳

(4) گولڈ زیہر، العقیدۃ والشریعۃ فی الاسلام، ص ۴، ترجمہ: محمد یوسف موسیٰ، علی حسن عبد القادر، عبد العزیز عبد الحق، دار الکتب الحدیثۃ، قاہرہ ۱۹۵۹ء

(5) العقیدۃ والشریعۃ، ص۵

(6) ڈاکٹر عبدالحلیم النجار، مذاہب التفسیر الاسلامی(ترجمہ وتقدیم

(7) عبدالفتاح القاضی، القراءات فی نظر المستشرقین والملحدین، دار مصر للطباعۃ، ۱۴۰۲ھ

(8) الدکتور عبدالوہاب حمودہ، القراءات واللہجات، مکتبہ النہضۃ المصریۃ قاہرہ، ۱۹۴۸ء /ڈاکٹر ابراہیم عبدالرحمن خلیفہ، دراسات فی مناہج المفسرین، ص۶۹ تا ۲۱۲، بحوالہ بازمول محمدبن عمر بن سالم، القراءات واثرہا فی التفسیر والاحکام، ۱۱۳/۱، دار الہجرۃ، الریاض، ط۱، ۱۴۱۷ ھ/۱۹۹۶ء/ الدکتور عبدالرحمن السید، کولدتسیہر والقراءات، منشور بمجلۃ المربط، اصبدار جامعۃ البصرۃ، عدد اول

(9) شلبی عبدالتفاح اسماعیل، رسم المصحف العثمانی واوہام المستشرقین فی قراءات القرآن الکریم: دوافعہا ودفعہا، مکتبہ نہضۃ مصر، ۱۹۶۰ء

(10) ڈاکٹر ابراہیم عبدالرحمن خلیفہ، دراسات فی مناہج المفسرین، ص۶۹ تا ۲۱۲، بحوالہ بازمول محمد بن عمر بن سالم، القراءات واثرہا فی التفسیر والاحکام، ۱۱۳/۱، دار الہجرۃ، الریاض، ط۱، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء

(11) الدکتور عبدالرحمن السید، کولدتسیہر والقراءات، منشور بمجلۃ المربط، اصبدار جامعۃ البصرۃ، عدد اول

(12) الکردی طاہر عبدالقادر، تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ، مطبعہ مطصفی البابی الحلبی مصر، ط۲، ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء

(13) مذاہب التفسیر الاسلامی، ص۴

(14) ابن قتیبہ ابو محمد بن عبداللہ مسلم، تاول مشکل القرآن، ص۲۴و۲۵، ت: السید احمد صقر، دار التراث القاہرہ مصر، ط۲، ۱۹۹۳ء

(15) مذاہب التفسیر الاسلامی، ص۵۳

(16) مذاہب التفسیر الاسلامی، ص۴

(17) نظم المتناثر، ص۱۱ بحوالہ: محمد بن عمر بن سالم بازمول، القراءات واثرہا فی التفسیر والاحکام، ۳۱۵/۱

(18) ابن حزم، الفصل فی الملل والاہواء والنحل، ۷۶/۲، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت، ط۲، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء

(19) مرجعِ سابق

(20) الاجوبۃ الفاخرۃ، ص۹۷تا۹۹

(21) تاویل مشکل القرآن، ص۳۳

(22) القراءات فی نظر المستشرقین والملحدین، ص۱۸

(23) ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ۳۹۱/۱۳، جمع عبدالرحمن بن محمد بن قاسم، مطبعۃ الرسالۃ سوریا، ط۱، ۱۳۹۸ھ

(24) سبا: ۱۹

(25) البقرۃ: ۲۲۹

(26) ابراہیم: ۴۶

(27) البقرۃ: ۹

(28) البقرۃ: ۱۰

(29) النساء: ۴۳

(30) البقرۃ: ۲۲۲

(31) طبری ابو جعفر محمد ابن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۵۵/۱، مصطفی البابی الحلبی مصر، ۱۹۶۸ء

(32) مجموع الفتاویٰ، ۱۳؍۳۹۲

(33) مذاہب التفسیر الاسلامی، ص۵

(34) القراءات فی نظر المستشرقین والملحدین، ص۱۹

(35) عبدالواحد بن عاشر الاندلسی، تنبیہ الخلان علی الاعلان بتکمیل مورد الظمآن، ص۲۸۲، دار الکتب العلمیة بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

(36) ابراہیم میر محمدی، مکانة القراءات عند المسلمین، ص۲۹و۳۰ملخصاً، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور، س۔ن

(37) القراءات فی نظر المستشرقین، ص۱۹و۲۰

(38) مرجعِ سابق

(39) جیفری، مقدمہ کتاب المصاحف، ص۳

(40) نفس المصدر، ص۱۶

(41) کتاب المصاحف، ص۱۱

(42) کتاب المصاحف، ص۱۱۷

(43) نفس المصدر، ص۱۱۵

(44) ص۱۴تا

(45) نفس المصدر، ص۱۶

(46) سخاوی، جمال القراء، ۱؍۸۸

(47) لبقرة:۲۸۵

(48) ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، ص۵۳

(49) MATERIALS,P.211

(50) عبد الصبور شاہین، تاریخ القرآن، ص۱۲۷و۲۸

(51) النشر: ۲؍۹

(52) منجد المقرئین: ۱۵

(53) البحر المحیط: ۷؍۶۰

(54) جامع البیان في القراءات السبع: ق۱۷۷

(55) احکام القرآن للجصّاص: ۲؍۳۲۵

(56) نیل المرام: ۳۵

(57) الإتقان: ۲؍۳۰

(58) الاسرائ: ۱۳

(59) البقرة: ۱۰

(60) الاتقان فی علوم القرآن: ۱؍۳۳۱